مولانا عبد السلام ندوی

تعدد ازدواج کی تاریخی سرگذشت

یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس وقت عزیزی مولنا محمد اسحاق نے فون پر مولانا عبد السلام ندوی کے انتقال کی افسوسناک خبر سنائی اسی وقت ڈاک سے ان کا یہ مقالہ موصول ہؤا اسمیں تاکیداً لکھا تھا کہ اس کو "ثقافت" میں ضرور شائع کیا جائے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ وہ آخری مضمون ہے جو مولانا مرحوم کے قلم سے نکلا۔ اس کی اس تاریخی اہمیت کے علاوہ جس پر کہ ہمیں ناز ہے ہمارے نزدیک اس کی اصلی اہمیت یہ ہے کہ مولانا دارالمصنفین کے پرانے رفیق تھے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ وہاں کی مخصوص مصلحت کیشیاں ہرگز اجازت نہیں دیتیں کہ اس جرأت اور ذمہ داری کے ساتھ ایسے اختلافی مسئلے پر طبع آزمائی کی جائے معلوم ہوتا ہے کہ اس سارے کارخانۂ تصوّف وخانقاہی میں صرف انہی کی ذاتِ گرامی ایسی تھی کہ جس پر جمود و تاریک خیالی نے اپنا سایہ نہیں ڈالا۔ اور جو ملکی شدتوں کے باوجود اپنے کو بچائے رکھنے میں ہر طرح کامیاب رہے۔

ان کی وفات سے وہ بزم سونی ہو گئی ہے جسے علامہ شبلی مرحوم نے ترتیب دیا تھا۔ ان کا علمی مرتبہ کیا تھا اسے ہر کوئی جانتا ہے۔ بلا کے ذہین تھے، تصنیف وتالیف کا ذوق قدرت سے لے کر پیدا ہوئے تھے اور انداز تحریر میں وہ سادگی اور رنگینی تھا کہ ہر شخص کا حصّہ نہیں۔ بظاہر آشفتہ فکر نظر آتے تھے۔ اگر جب لکھنے بیٹھتے تھے تو ذہن وفکر کی صلاحیتوں کو اس سلیقے سے سمیٹتے کہ تعجب ہوتا۔ ان کے انتقال سے جو جگہ خالی ہوئی ہے وہ آسانی سے پُر نہ ہو سکے گی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو غریق رحمت کرے، اور اعزہ واقارب کو صبر و برداشت کی توفیق سے بہرہ مند فرمائے۔ (محمد حنیف)

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تعدد ازدواج کا رواج جن ملکوں میں ہے اُس کا سبب یہ ہے کہ عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہو جاتی ہے اس لئے مجبوراً عورتوں کی زائد تعداد کو دولت مند لوگوں کے نکاح میں دینا پڑتا ہے جو ایک عورت سے زیادہ عورتوں کے نان ونفقہ کی استطاعت رکھتے ہیں۔ لیکن یہ خیال بالکل غلط ہے۔ کیونکہ مردوں اور عورتوں کی پیدائش کے حساب کا جو تحقیقی مقابلہ کیا گیا ہے اُس سے ثابت ہو گیا ہے کہ مردوں اور عورتوں کی پیدائش کا اوسط اکثر ملکوں میں برابر برابر ہوتا ہے۔ بلکہ مردوں کی پیدائش عورتوں سے زیادہ ہوتی ہے۔

تعدد ازدواج کے جواز پر ایک استدلال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ لڑائیوں میں جب مردوں کی بہت بڑی تعداد قتل ہو جاتی ہے تو عورتوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے اس لئے تعدد ازدواج ناگزیر ہو جاتا ہے لیکن یہ استدلال بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ جن ملکوں میں لڑکیوں کا مار ڈالنا جائز تھا (جیساکہ عرب کی حالت تھی) اُن میں بھی تعدد ازدواج کا

رواج تھا۔ اس کے ساتھ لڑائیوں میں اتنے مرد قتل نہیں ہو جاتے جس سے عورتوں اور مردوں کی تعداد کا تناسب قائم نہ رہ سکے۔ اس لئے تعدد ازدواج کا اصلی سبب یہ ہے کہ ابتدا میں نکاح کا طریقہ یہ تھا کہ لوگ عورتوں کو گرفتار کرکے لونڈی بنا لیتے تھے۔ تو کبھی اُن سے عیش پرستی کا لطف اُٹھاتے تھے اور کبھی اُن سے گھر کے اندر اور گھر کے باہر محنت مزدوری کا کام لیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ صرف طاقتور اور دولت مند لوگ تعدد ازدواج سے فائدہ اُٹھاتے تھے۔ اور کمزور اور غریب لوگ اس لُطف سے محروم رہتے تھے۔ بلکہ اُن کو ایک بی بی سے بھی محروم رہنا پڑتا تھا۔ جو ممالک وحشیانہ حالت میں زندگی بسر کر رہے ہیں اُن میں نکاح کے معنی عورتوں کو لونڈی بنانے اور اُن سے کام لینے کے ہیں۔ ان ملکوں میں مردوں کے غلام بنانے کا رواج نہیں، بلکہ اُن میں غلامی صرف عورتوں تک محدود رہتی ہے اور یہ لوگ عورتوں کو شہوت پرستی کا ذریعہ نہیں بناتے بلکہ اُن کی بہت بڑی تعداد کو صرف اس لئے جمع کرنا چاہتے ہیں کہ کام کاج کے لئے بہت سی خادمائیں موجود رہیں، اسلئے ان لوگوں نے نکاح کی دو صورتیں رکھیں۔ ایک تو کسی خاندانی شریف عورت سے نکاح کرتے تھے جو گھر کی مالک ہوتی تھی، دوسرے غیر محدود لونڈیوں سے نکاح کرتے تھے جو گھر بار کا کام کرتی تھیں۔ غیر محدود لونڈیوں سے نکاح کرنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ نہ صرف کام کریں بلکہ خود اپنے اور اُن کے مہمانوں تک کے لئے عیاشی، لطف و لذّت کا ذریعہ بن سکیں۔ اب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ تعدد ازدواج کا اصلی سبب یہ تھا کہ ان ملکوں میں نکاح کے معنی یہ تھے کہ عورتوں کو لونڈی غلام بنا کر اُن سے ہر قسم کے کام لئے جائیں۔

تعدد ازدواج کا اصلی سبب تو یہی ہے لیکن اس کے علاوہ اُس کے اور اسباب بھی ہیں۔ ایک سبب یہ ہے کہ جن ملکوں میں سخت گرمی پڑتی ہے (جیسے عرب میں) اُن میں عورتیں بہت جلد بالغ اور معاشرت کے قابل ہو جاتی ہیں لیکن ادھیڑ عمر تک پہنچتے پہنچتے اُن کا حسن زائل ہو جاتا ہے۔ لیکن مردوں کی جسمانی قوت اب تک باقی رہتی ہے۔ اس لئے اُن کی عیاشانہ طبیعت عورتوں کا تبادلہ چاہتی ہے۔ اور وہ اُس سے کم سن عورت کو تلاش کرتے ہیں۔ اس طرح رفتہ رفتہ بہت سے نکاحوں کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

بعض ملکوں میں تعدد ازدواج کا ایک مقامی سبب یہ ہے کہ ان ملکوں میں دودھ پلانے کی مدت اس قدر طویل ہوتی ہے کہ دو سال سے لے کر چار سال تک پہنچ جاتی ہے۔ اور ماں کے دودھ کے سوا یہ لوگ کسی اور چیز سے لڑکے کی پرورش نہیں کرتے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ دودھ پلانے سے عورت کمزور ہو جاتی ہے۔ اور مرد دودھ پلانے کی مدت میں عورت سے بالکل الگ رہتا ہے۔ بلکہ بعض جزیروں میں اس زمانہ میں مرد اور عورت کا اختلاط عورت کی سب سے بڑی توہین سمجھا جاتا ہے اس لئے اس مدت میں مرد دوسری عورت سے محض حفظِ نفس حاصل کر لینے کے لئے نکاح کر لیتا ہے۔

تو اب نتیجہ یہ نکلا کہ تعدد ازدواج کے تین سبب ہیں :

(۱) گھر یا باہر کے کام لینے کے لئے عورتوں کی ضرورت۔

(۲) جب پہلی عورت کا سن زیادہ ہو جاتا ہے تو اس سے کمسن عورت کی طرف رغبت۔

(۳) دودھ پلانے کی مدّت میں حفظِ نفس کے لئے دوسری عورت کی ضرورت۔

یہ تین سبب تعدد ازدواج کے ہیں جو کبھی الگ الگ پائے جاتے ہیں۔ کبھی دو سبب اکٹھا ہو جاتے ہیں اور کبھی تینوں سبب ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں۔ لیکن جن متمدن ملکوں میں تعدد ازدواج ناجائز ہے اُن میں اگرچہ تعدد ازدواج کے اسباب ضرور پائے جاتے ہیں لیکن بوقتِ ضرورت حفظِ نفس کے طریقے اُن میں غیر متمدن ملکوں سے مختلف ہوتے ہیں۔ اس لئے ان متمدن ملکوں میں کچھ لوگ داشتہ عورتیں رکھ لیتے ہیں۔ اور کچھ لوگ بازاری عورتوں سے تعلق پیدا کر لیتے ہیں۔ لیکن تعدد ازدواج کو ان دونوں طریقوں پر ترجیح اور فضیلت حاصل ہے۔

ہمارے ملک میں اگرچہ کوئی عورت تعدد ازدواج کو پسند نہیں کرتی لیکن جن ملکوں میں تعدد ازدواج کا رواج ہے وہاں کی عورتیں اس کی عادی ہوگئی ہیں یہاں تک کہ بعض ملکوں میں جب کوئی شخص نئی بی بی بیاہ کر کے لاتا ہے تو اس کی سوتیں نہایت خوش ہوتی ہیں کہ کام کاج میں ہاتھ بٹانے کے لئے ایک مددگار مل گیا۔ بعض ملکوں میں عورتیں محنت کر کے روپیہ جمع کرتی ہیں اور اُس کو اپنے شوہر کے حوالے کر دیتی ہیں کہ وہ نئی بی بی لائے۔ جو کام میں اُس کا ہاتھ بٹائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ لوگوں کو نکاح کی اس قدر خواہش پیدا ہو جاتی ہے کہ بچپن ہی میں لڑکیوں سے منگنی کر لیتے ہیں تاکہ زمانہ بلوغ میں وہ اُن کے کام آئیں۔ لیکن اس رغبت کی وجہ سے غربا و بیچارے نکاح سے محروم رہ جاتے ہیں اور امراء کو بڑی کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

ہر ملک میں تعدد ازدواج کا رواج مختلف ہے بعض ملکوں میں عورتوں کی تعداد سو تک اور بعض ملکوں میں دس بیس تک پہنچ جاتی ہے اور اتنی بڑی تعداد امراء و روساء کے لئے مخصوص ہے۔ لیکن عام طور پر عورتوں کی تعداد تین سے زیادہ نہیں ہوتی۔

بہرحال تعدد ازدواج کی جو صورت بھی ہو اور عورتوں کی تعداد کتنی ہی ہو لیکن تعدد ازدواج کا اثر میاں بی بی کے اخلاق پر نہایت بُرا پڑتا ہے۔ ایک تو یہ کہ بی بی کو نہ اپنے شوہر سے کوئی تعلق باقی رہتا اور نہ باہم ایک دوسرے کی محبت کرتا۔ اگر بی بی میاں کے سامنے اُس کی عزت کرتی ہے تو محض خوف سے۔ اسی لئے جب وہ گھر سے نکل کر اُس کے سامنے سے دور ہو جاتی ہے تو جو کچھ اُس کے دل میں آتا ہے اُس کے کرنے سے دریغ نہیں کرتی۔ اس لئے ان ملکوں میں بے انتہا بدکاری پھیل جاتی ہے۔ ایک سیاح کا بیان ہے کہ سوڈانی ممالک کے جس حصّے کا بھی اُس نے سفر کیا وہاں کسی ایسے مرد کو نہیں دیکھا جو اپنی بی بی سے لطف و محبت کے ساتھ ظریفانہ باتیں کرتا ہو۔ یہاں تک کہ اُس نے بعض لوگوں سے اس معاملہ میں گفتگو کی انہوں نے کہا کہ "اگر کوئی عورت لطف و محبت کا اظہار کرے تو اس کا درجہ سوسائٹی میں بہت پست ہو جاتا ہے۔

شمالی امریکہ کے بعض باشندوں میں تعدد ازدواج نے یہ صورت پیدا کردی ہے کہ جو شخص کسی عورت سے نکاح کر لیتا ہے اُس کے لئے اُس کی تمام بہنیں جائز و حلال ہوجاتی ہیں۔

متعدد عورتوں کے ساتھ مرد کی معاشرت کا طریقہ مختلف ملکوں میں مختلف ہے۔ بعض اطراف میں مرد اپنی تمام عورتوں کو ایک ساتھ رکھتا ہے اور سب سے پہلی منکوحہ اُن سب کی سردار ہوتی ہے۔ بعض حصّوں میں ہر ایک بی بی کے لئے الگ الگ مکان ہوتا ہے اور شوہر اُن کی باری میں اُس کے گھر جاتا ہے اور بعض مقامات پر بی بی اپنے میکہ ہی میں رہتی ہے اور شوہر اُس کی باری کے دن اُس کے میکے میں جاکر اُس سے ملتا ہے۔

بہرحال یورپ کے سوا اور تمام ملکوں میں تعدد ازدواج کی وبا پھیلی ہوئی ہے لیکن یہ خیال کرنا صحیح نہیں کہ یورپ میں قدیم زمانے سے تعدد ازدواج ناجائز تھا بلکہ عیسائیت کے زمانے میں بھی اس کا پتہ چلتا ہے چنانچہ یورپ کے بعض بادشاہوں نے ایک سے زیادہ شادیاں کی ہیں۔ البتہ پادریوں نے اس کی روک تھام صرف اس قدر کی کہ لوگوں کو یہ حکم دیا کہ وہ ایک عورت کو مخصوص طور پر بی بی بنائیں اور بقیہ عورتوں کو داشتہ کی صورت میں رکھیں۔

تعدد ازدواج کی صورت میں جب بہت سی عورتیں ایک مرد کے گھر میں جمع ہوجاتی ہیں تو اکثر یہ ہوتا ہے کہ ایک عورت کا درجہ حسن و جمال یا دولت کی وجہ سے بڑھ جاتا ہے وہ شوہر کی زیادہ محبوب اور معتمد علیہا ہوجاتی ہے جیسا کہ مشرق کے بعض گھرانوں میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ اس طرح ایک شخصی نظامِ حکومت قائم ہوجاتا ہے جس میں ایک عورت تو تمام عورتوں کی رئیسہ ہوتی ہے باقی عورتوں کی حیثیت لونڈیوں کی ہوجاتی ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ نکاح کے معنی یہ قرار پائے کہ صرف ایک عورت مخصوص طور پر کسی کی بی بی ہوسکتی ہے اس لئے یورپ میں صرف ایک بی بی کے ساتھ نکاح کرنے کی صورت میں اس رواج اور اس تخیّل نے آسانی پیدا کر دی اس کے بعد لونڈیوں داشتہ عورتوں اور متعہ وغیرہ کو جس کا رواج قدیم زمانہ میں تھا ناجائز قرار دیا گیا۔

اگرچہ ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ بہترین نکاح وہی ہے جو ایک عورت کے ساتھ کیا جائے اور خاندان کا بہترین نظام اس طریقۂ نکاح سے قائم رہتا ہے لیکن ہمارے نزدیک باایں ہمہ تعدد ازدواج میں برائیاں ہی برائیاں نہیں ہیں بلکہ کچھ خوبیاں بھی ہیں ایک تو یہ کہ وہ مردوں کی فطرت کے بالکل موافق[1] ہے کہ وہ ایک عورت پر قناعت کرنا نہیں چاہتے اور مردوں کی اس فطرت سے یورپین لوگوں کو بھی انکار نہیں۔ تعدد ازدواج میں دوسری خوبی یہ ہے کہ اس سے بہترین نسل پیدا ہوتی ہے کیونکہ تعدد ازدواج سے اکثر دولت مند اور

---

[1] لیکن عورتوں کی فطرت کے موافق نہیں۔

طاقتور لوگ فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ غریبوں اور کمزوروں کو تعیش کا یہ سامان میسر نہیں ہوتا۔ خود جانوروں میں جفتی کرانے کے لئے طاقتور نر انتخاب کئے جاتے ہیں اور غریبوں، کمزوروں اور دولت مندوں اور طاقتور لوگوں کی اولاد میں جو فرق ہے۔ وہ علانیہ ہر شخص کو نظر آتا ہے۔

یہ سچ ہے کہ تعدد ازدواج امیروں اور بادشاہوں کے گھر میں عورتوں کی بہت بڑی تعداد کو محض تعیش کے لئے جمع کر دیتا ہے اور اس سے تکثیر نسل یا تحقیق نسل کا فائدہ اٹھانا مقصود نہیں ہوتا اور تعدد ازدواج کی صورت میں باپ بیٹے اور بھائی بھائی میں وہ لطف و محبت کا تعلق قائم نہیں رہتا اور اکثر خاندانی تعلقات کو خراب کر دیتا ہے لیکن بااین ہمہ تعدد ازدواج بالکل مضر اور فطرت انسانی کے مخالف نہیں ہے بالخصوص جب اس کا مقابلہ متعۂ داشتہ عورتوں کے رکھنے اور بدکاری پھیل جاتے سے جس کے بدترین مناظر ان ملکوں میں نظر آتے ہیں جہاں تعدد ازدواج ممنوع اور ناجائز ہے کیا جاتا ہے تو تعدد ازدواج کو ان پر فضیلت دینی پڑتی ہے۔

یہاں تک کتاب المقارنات و المقابلات کا خلاصہ ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ اس کتاب کے مصنف نے تعدد ازدواج پر نہایت مفصل بحث کی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اُس نے اس مسئلہ پر اسلام کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ نہایت مختصر ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس قوم میں مبعوث ہوئے اُس میں تعدد ازدواج کا عام رواج تھا اس لئے آپ نے اس کو کلیتہً ناجائز نہیں قرار دیا البتہ آپ نے نکاح کی بہت سی قبیح قسموں کو جن کا عرب میں رواج تھا حرام کر دیا۔ لیکن اسلام میں تعدد ازدواج کا مسئلہ نہایت اہم ہے اور اس کے لئے اس سے بہت زیادہ تفصیلی بحث کی ضرورت ہے اس لئے ہم اس بحث کو کچھ اور کتابوں کی مدد سے زیادہ تفصیل کے ساتھ پھیلا کر لکھتے ہیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ تعدد ازدواج میں بہت سی برائیوں کے ساتھ چند خوبیاں بھی ہیں جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے اس لئے اسلام نے اس کو کلیتہً ناجائز نہیں قرار دیا البتہ عرب میں تعدد ازدواج کی صورت میں عورتوں کی کوئی تعداد معین نہ تھی۔ ترمذی میں ہے۔ کہ غیلان بن سلمہ ثقفی اسلام لائے تو ان کے عقد نکاح میں دس عورتیں تھیں جن کے ساتھ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں نکاح کیا تھا اور یہ تمام عورتیں بھی ان کے ساتھ مسلمان ہو گئیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ ان سب میں وہ چار عورتوں کا انتخاب کر لیں (ترمذی کتاب النکاح باب ماجاء فی الرجل المسلم وعندہ عشر نسوۃ) اس طرح یہ غیر محدود تعداد چار عورتوں تک محدود ہو گئی اور اوپر گذر چکا ہے کہ اور قوموں میں بھی تعدد ازدواج کی صورت میں عورتوں کی تعداد عموماً تین تک محدود رہتی تھی اس لئے اسلام نے بھی اس پر صرف ایک عورت کا اضافہ کیا جو نہایت مناسب اضافہ تھا چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں کہ عام طور پر لوگ عورتوں کے حسن و جمال

کی طرف مائل ہوتے ہیں اس لئے بہت سی عورتیں چاہتے ہیں لیکن ان سب کے ساتھ زناشوئی کے عمدہ تعلقات نہیں رکھ سکتے اس لئے ان سب میں ایک کو تو محبوبہ بنا لیتے ہیں اور بقیہ کو معلق حالت میں چھوڑ دیتے ہیں اس لئے نہ وہ ان کی محبوبہ ہوتی نہ بیوہ کہ خود اپنی ذات کی مالک و مختار ہو لیکن اس معاملے میں مردوں کو بہت تنگی میں بھی نہیں رکھا جاسکتا کیونکہ بہت سے لوگ صرف ایک عورت کو رکھ کر پاکدامن نہیں رہ سکتے۔ اس کے ساتھ نسل کی افزائش سب سے بڑا مقصد ہے اور ایک مرد بہت سی عورتوں کو باردار (حاملہ) کرسکتا ہے۔
اس کے علاوہ بہت سی عورتیں رکھنا مردوں کی عادت میں داخل ہے اور بعض اوقات عورتوں کی یہ کثرت فخر ومباحات کا ذریعہ بھی بن جاتی ہے اس لئے شریعت نے چار عورتوں کی تعداد معین کردی کیونکہ یہ ایک ایسی تعداد ہے کہ مرد ہر ایک عورت سے تین رات تک تعلق رکھ سکتا ہے اور ایک رات سے کم باری کا فائدہ نہیں دے سکتی اور اتنی رات کے حصے کی نسبت یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مرد نے عورت کے ساتھ شب باشی کی اور تین کا عدد کثرت کی بھی حد ہے اور اس کے اوپر کے اعداد کثرت میں اضافہ ہیں[1]

لیکن شاہ صاحب نے کثرت ازدواج کا جو یہ مقصد بتایا ہے کہ اس سے نسل میں افزائش ہوتی ہے جو شریعت کا ایک اہم مقصد ہے ہمارے نزدیک صحیح نہیں کیونکہ ایک مرد چار عورتوں سے جس قدر اولاد پیدا کرسکتا ہے اگر ان چار عورتوں کو چار مردوں پر تقسیم کردیا جائے تو وہ ان سے زیادہ اولاد پیدا کرسکینگے۔ لیکن بہرحال اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ تعدد ازدواج مردوں کی فطرت اور عادت میں داخل ہے اور اس سے اور بھی دوسرے فوائد حاصل ہوتے ہیں اس لئے شریعت نے بھی اس کو مباح رکھا۔

اور خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے

ان خفتم الا تقسطوا فی الیتمٰی فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلٰث وربٰع (نساء)	اگر ڈرو کہ انصاف نہ کرسکو گے یتیم لڑکیوں کے حق میں تو نکاح کرلو جو اور عورتیں تم کو خوش آویں دو دو تین تین چار چار

تعدد ازدواج کی اباحت کا یہ حکم ایک خاص حالت اور خاص عبارت میں دیا گیا ہے چنانچہ امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کا یہ قول فان خفتم الا تقسطوا شرط اور فانکحوا ما طاب لکم من النساء اس کی جزا ہے اس لئے یہ بتانا ضروری ہے کہ اس جزا کو اس شرط سے کیا تعلق ہے اور مفسرین نے اس کی متعدد وجہیں بیان کی ہیں۔

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ جلد دوم صفحہ ۹۹

(۱) ایک وجہ یہ ہے کہ عروہ نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ اس آیت کے کیا معنی ہیں ؟ تو انہوں نے کہا کہ ایک یتیمہ جو اپنے ولی کے ظل عاطفت میں رہتی ہے (یہ آیت اس کے بارہ میں نازل ہوئی ہے) وہ اُس کے حسن وجمال اور مال ودولت کی خواہش رکھتا ہے لیکن وہ چاہتا ہے کہ اس کو تھوڑا سا مہر دے کر اپنے نکاح میں لائے پھر جب اُس کے ساتھ نکاح کر لیتا ہے تو اُس کے ساتھ برا سلوک کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ شوہر کے سوا کوئی اُس کا حامی ومددگار نہیں ہے اس لئے خداوند تعالیٰ نے حکم دیا کہ اگر تم یتیموں کے ساتھ نکاح کرنے میں انصاف کو ملحوظ نہیں رکھتے تو جو دوسری عورتیں تم کو پسند آئیں ان سے نکاح کر لو[۱] لیکن ان عورتوں کی تعداد محدود ومعین نہیں ہے بلکہ زمانہ جاہلیت کی طرح جس قدر عورتوں سے نکاح کرنا چاہو کر لو۔ تمام عورتیں تمہارے لئے مباح ہیں اور تمام فقہاء متفق اللفظ ہیں کہ یہ امر اباحت کا ہے وجوب فرض اور سنت کا نہیں ہے[۲] اگرچہ ہمارے مفسرین نے صاف صاف تصریح نہیں کی ہے تاہم اُن کے اشارات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اباحت کا یہ حکم بھی ناراضی کا حکم ہے یعنی انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ جس عورت کے ساتھ نکاح کیا جائے اُس کا پورا مہر ادا کیا جائے لیکن اگر تم لوگ ایسا نہیں کر سکتے تو جس قدر عورتوں سے چاہو نکاح کر لو جس طرح ایک باپ اپنے لڑکے سے جو پڑھنا نہیں چاہتا کہتا ہے کہ ہندو یونیورسٹی میں، مسلم یونیورسٹی میں، آگرہ یونیورسٹی میں، لکھنؤ یونیورسٹی میں جہاں تمہارا جی چاہے پڑھو تم کو اختیار ہے اور ظاہر ہے کہ یہ ناراضی کا کلمہ ہے اس لئے شریعت میں جس طرح طلاق ابغض المباحات ہے اُسی طرح ہمارے نزدیک تعدد ازدواج بھی ابغض المباحات ہے لیکن ایک باپ گو کتنا ہی ناراض ہو اپنے بیٹے کو بالکل آوارہ اور گمراہ نہیں دیکھنا چاہتا اسی طرح خداوند تعالیٰ بھی اپنے بندوں کو بے راہ روی کی اجازت نہیں دیتا اسلئے ارشاد ہوا :-

فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃً او ما ملکت ایمانکم ذٰلک ادنیٰ الا تعدلوا۔ (نساء)	پھر اگر ڈر کہ اُن میں انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی نکاح کرو۔ یا لونڈی جو اپنا مال ہے اس میں اُمید ہے کہ ایک طرف نہ جھک پڑو گے۔

یعنی غیر محدود یا کم از کم چار عورتوں کی جو تعداد تمہارے لئے مباح کی جاتی ہے تو یہ مطلق العنانی کی اباحت

---

[۱] بعض لوگ حدیث سے چار کی محدود تعداد کو ثابت کرتے ہیں۔ لیکن جو لوگ غیر محدود تعداد کے قائل ہیں ان کے نزدیک حدیث سے بھی یہ محدود تعداد ثابت نہیں ہوتی (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۰۲)

[۲] تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۰۰

نہیں ہے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں تھی بلکہ یتیم لڑکیوں کے معاملے میں تم لوگ جس چیز سے بھاگتے تھے وہی اب بھی تمہارے گلے پڑیگی اوران تمام بی بیوں کے درمیان تم کو عدل کرنا پڑے گا۔لیکن اگر تم کو خوف ہو کہ تم ان تمام بی بیوں کے ساتھ عدل نہ کرسکوگے تو تم کو صرف ایک بی بی پر یا اپنی لونڈیوں پر قناعت کرنی پڑیگی کہ اس حالت میں ظلم و ناانصافی کا کوئی خوف نہیں۔اس لئے بہتر تو یہ ہے کہ ایک ہی بی بی پر قناعت کی جائے کیونکہ بہت سی بی بیوں میں ہر حیثیت سے عدل کرنا ناممکن ہے۔نان و نفقہ، لباس و مکان وغیرہ میں مساوات اگرچہ ممکن ہے لیکن قلبی میلان میں مساوات ناممکن ہے۔ایک بی بی خوبصورت ہے اور ایک بدصورت، ایک جوان ہے اور ایک ادھیڑ یا بوڑھی اور ایسی حالت میں انسان کا میلان قدرتی طور پر خوبصورت اور جوان بی بی کی طرف ہوگا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ اور تمام حیثیتوں سے ازواج مطہرات کے درمیان عدل کرتے تھے لیکن قلبی میلان حضرت عائشہؓ کی طرف زیادہ تھا۔اس لئے فرماتے تھے۔

اللھم ھذہ قسمتی فیما املك ولا تلمنی فیما تملك ولا املك۔ (نسائی کتاب النکاح باب ماجاء فی التسویۃ بین الضرائر)	خداوندا میری یہ عادلانہ تقسیم اول خیر بنی ہے جس کا میں مالک ہوں لیکن جس چیز کا تو مالک ہے (یعنی قلبی میلان کا) اور میں مالک نہیں ہوں اُس پر مجھ کو ملامت مت کر۔

اس بنا پر خداوند تعالےٰ نے دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا:

ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ۔	تم ہرگز برابر نہ رکھ سکوگے عورتوں کو اگرچہ اس کی حرص کرو سو بالکل پھر بھی نہ جاؤ کہ ڈال رکھو ایک عورت کو جیسی ادھر میں لٹکتی۔

امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس میں دو قول ہیں:۔

(۱) ایک تو یہ کہ طبعی میلان میں تم لوگ برابری نہیں کرسکتے اور جب تم کو اس کی قدرت نہیں تو تم اس کے مکلف بھی نہیں ہو۔

(۲) دوسرا یہ کہ تم لوگ اقوال و افعال میں برابری کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے کیونکہ جب محبت میں فرق ہے تو محبت کے نتائج میں بھی لازمی طور پر فرق پیدا ہو جائیگا اس کے بعد خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔فلا تمیلوا کل المیل" جس کے معنی یہ ہیں کہ محبت میں جو قدرتی فرق ہونا چاہیے اس کی تم کو ممانعت نہیں کی جاتی کیونکہ یہ تمہاری قدرت سے باہر ہے۔البتہ محبت کے اس فرق کا قول و فعل میں اظہار کرنا ممنوع ہے۔لیکن ایک انسان بی بی سے مختلف حالات میں گفتگو کرتا ہے اور مختلف اوقات میں اُس سے مختلف سلوک کرتا ہے۔ اس لئے یہ پتہ چلانا مشکل ہے کہ اُس نے دونوں بی بیوں سے یکساں طور پر گفتگو کی اور دونوں بی بیوں

سے یکساں برتاؤ کیا۔ حالات اور واقعات ایسے پیش آتے ہیں کہ باوجودیکہ شوہر تمام بی بیوں سے یکساں سلوک کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اور لوگ ان بی بیوں کے ساتھ جو سلوک کرتے ہیں وہ مساویانہ نہیں ہوتا اور اس کا سبب شوہر کا وہی قلبی میلان ہے۔ جو سب کو معلوم ہوتا ہے۔ صحابہ کو معلوم تھا کہ رسول کریمؐ تمام ازواج مطہرات میں حضرت عائشہؓ سے نہایت محبت رکھتے تھے اس لئے لوگ قصداً ہدئے اور تحفے اسی روز بھیجتے تھے جس روز حضرت عائشہؓ کے یہاں آپ کے قیام کی باری ہوتی تھی۔ شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ یہ خیر و برکت کا زمانہ تھا اس لئے متعدد بی بیوں میں رشک و منافست کا جذبہ نہ پیدا ہوتا ہو گا۔ لیکن یہ خیال صحیح نہیں اس خیر و برکت کے زمانے میں بھی عورتوں میں رشک و منافست کا یہ فطری جذبہ نہایت شدت کے ساتھ موجود تھا چنانچہ حضرت عائشہؓ کی باری کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگ جو ہدئے اور تحفے بھیجتے تھے اور ازواج مطہرات کو اس کا ملال ہوتا تھا لیکن کوئی ٹوکنے کی جرأت نہیں کرسکتا تھا آخر سب نے مل کر حضرت فاطمہؓ کو اس پر آمادہ کیا وہ یہ پیام لے کر آپ کی خدمت میں آئیں تو آپ نے فرمایا لخت جگر جس کو میں چاہوں اس کو تم نہ چاہو گی۔ حضرت فاطمہؓ کے لئے اتنا ہی کافی تھا وہ واپس چلی آئیں بہرحال خداوند تعالیٰ کو یہ معلوم تھا کہ اس قسم کے تفاضل و ترجیح کے علاوہ میلان قلبی کا یہ بدیہی ترین نتیجہ ہے جو کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا یہ ہو سکتا تھا کہ ایک بی بی کو ایسی حالت میں رکھا جائے کہ نہ اس کو بیوہ کہا جا سکے نہ شوہردار بلکہ وہ اس چیز کے مانند ہو جو آسمان و زمین کے درمیان معلق ہو اس لئے خداوند تعالیٰ نے اس کی ممانعت کی اور فرمایا ۔

فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ۔ (نساء)

سو بالکل پھر بھی نہ جاؤ کہ رکھو ایک عورت کو ادھر میں لٹکتی۔

قرآن کے علاوہ حدیث میں بھی اس کی سخت ممانعت آئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

من کانت لہ امرأتان یمیل مع احدھما جاء یوم القیامۃ واحد شقیہ مائل۔

جس شخص کے پاس دو بی بیاں ہوں اور وہ ایک کی طرف جھک جائے تو قیامت کے دن وہ اس حالت میں اٹھے گا کہ اس کے جسم کا ایک حصہ ٹیڑھا ہوگا

اس کے بعد خداوند تعالیٰ نے فرمایا ۔

وان تصلحوا وتتقوا فان اللہ کان غفورا رحیما۔

اور اگر اصلاح کرتے ہو اور پرہیزگاری کرتے رہو تو خدا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

لہ صحیح بخاری فضل عائشہؓ۔

امام رازی نے اس آیت کی دو تفسیریں کی ہیں۔

(۱) ایک تو یہ کہ اگر عدل کے ساتھ تقسیم کرنے میں اصلاح کرو گے اور ظلم سے بچو گے تو خداوند تعالیٰ تمہارے اس میلان قلبی کو معاف کر دیگا جو ایک بی بی کی طرف تھا۔

(۲) دوسرے یہ کہ اگر تم لوگ اپنے پہلے میلان کی اصلاح اور اس کا تدارک توبہ سے کرو گے اور آئندہ اس قسم کے میلان سے بچو گے تو خداوند تعالیٰ اس کو معاف کر دیگا۔

امام صاحب اس دوسری تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ بہتر تفسیر ہے کیونکہ محبت میں فرق ملحوظ جب انسان کی قدرت سے باہر ہے تو اس کی مغفرت کے کوئی معنی نہیں۔

بہرحال رشک و منافست کا یہ جذبہ اس خیر و برکت کے زمانے میں بھی موجود تھا۔ اور دو سوتوں میں ایسی وحشیانہ جنگ ہوئی تھی جو اس زمانے میں بھی نہیں ہوتی۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ عہد نبوت میں جنگ ہوئی تو ایک سوت نے دوسری سوت کو پتھر یا خیمہ کے ستون سے مارا اور اس کا حمل ساقط ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساقط شدہ بچے کی دیت دلوائی۔[۱]

دو سوتوں کا یہ باہمی رشک و حسد صرف انہی تک محدود نہیں رہتا بلکہ ان کا اثر ان کے خاندان تک متعدی ہوتا ہے اور ایک سوت دوسری سوت کے آباؤ اجداد سے بھی بغض رکھنے لگتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ابوجہل کی لڑکی سے دوسری شادی کرنی چاہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملے کو اس قدر اہمیت دی کہ منبر پر چڑھ کر ایک خطبہ دیا جس میں فرمایا کہ فاطمہ میری ہے اور مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ اس کو دین سے برگشتہ کر دیا جائے گا اس کے بعد اپنے ایک داماد کی جو بنو عبد شمس کے قبیلہ سے تھا تعریف کی کہ اس نے دامادی کا حق ادا کر دیا جو بات کہی سچ کہی اور مجھ سے جو وعدہ کیا اس کو پورا کیا میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں کرتا لیکن بایں ہمہ خدا کی قسم رسول اللہ کی بیٹی اور خدا کے دشمن کی بیٹی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے منبر پر یہ فرمایا کہ بنو ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے یہ اجازت چاہی ہے کہ میں ان کی لڑکی کا نکاح علی بن ابی طالب سے کر دوں لیکن میں اس کی اجازت نہیں دیتا ہاں میں اس کی اجازت نہیں دیتا جب تک علی ابن ابی طالب میری لڑکی کو طلاق دے کر ان کی لڑکی سے شادی نہ کر لیں کیونکہ میری لڑکی میرے کلیجے کا ایک ٹکڑا ہے اس کی تکلیف سے مجھ کو تکلیف پہنچیگی اور اس کی ایذا سے مجھے ایذا ہوگی۔[۲]

۱؎ ترمذی کتاب الدیات باب ما جاء فی دیۃ الجنین۔

۲؎ ابوداؤد کتاب النکاح باب یکرہ ان یجمع من النساء

ان دونوں حدیثوں سے صاف ثابت ہے کہ تعددِ ازدواج گو مباح اور جائز ہے لیکن بعض مصالح کی بنا پر اس میں رکاوٹ پیدا کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ دو سوتوں میں رشک وحسد کا پیدا ہونا ضروری ہے اور ان کا بغض ان لوگوں تک بھی پہونچتا ہے جو ان سے قوی تعلق رکھتے ہیں۔ اس اصول کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جائز نہیں رکھا کہ آپ کی بیٹی کے ساتھ دوسرے کی بیٹی بھی ایک شخص کے نکاح میں آئے کیونکہ سوت کا رشک وحسد صرف دوسری سوت ہی تک محدود نہیں رہتا بلکہ اس کے خاندان تک پہونچتا ہے اور رسول اللہ صلعم کا بغض گو معاشی ہی معاملے میں ہو موجبِ کفر ہے[۱]

ان دونوں حدیثوں سے قطعی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعض مصالح کی بنا پر اہل خاندان ایک شخص کو تعدد ازدواج سے روک سکتے ہیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس سے روکا اور ابوداؤد میں ہے کہ وہ رک گئے اس لئے حکومت پاکستان نے تعدد ازدواج پر جو پابندیاں لگائی ہیں اُس کی اصل شریعت میں موجود ہے لیکن اس کے علاوہ دوسرے دلائل سے بھی اُس کی تائید ہوتی ہے اور وہ حسب ذیل ہیں :

(۱) نکاح بعض فقہاء کے نزدیک عبادات میں داخل ہے اور بعض فقہاء نے اس کو معاملات میں داخل کیا ہے لیکن انصاف یہ ہے کہ وہ دونوں کا جامع ہے مذہب یا عبادات کا جو حصہ اس میں شامل ہے وہ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے صرف اس قدر ہے کہ :

احصن للفرج واغض للبصر۔ نکاح شرمگاہ کو محفوظ رکھتا ہے اور نگاہ کو بہت زیادہ جھکا دیتا ہے۔

اور یہ دونوں باتیں صرف اخلاقی حیثیت رکھتی ہیں اور اخلاق چونکہ مذہب کا ایک جزو ہے اس لئے ان دونوں اوصاف کی بنا پر اس کو مذہبی بھی کہا جا سکتا ہے بایں ہمہ اس کی مذہبی حیثیت روزہ، نماز اور حج وزکوۃ سے مختلف ہے بہرحال ان دونوں اوصاف کے علاوہ وہ اور تمام حیثیتوں سے معاملات میں داخل ہے اس لئے اور مذاہب کی طرح اسلام میں یہ ضروری نہیں ہے کہ نکاح صرف مذہبی ہی پیشوا پڑھائیں۔ اور معاملات میں حکومت مداخلت کر سکتی ہے اور یہ مذہبی مداخلت نہ ہوگی۔

(۲) خود شریعت اسلام نے یہاں بی بی کے معاملے میں حکومت کو یا سوسائٹی کو مداخلت کرنے کا حق دیا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے ؎

---

[۱] حجۃ اللہ البالغہ جلد ثانی صفحہ ۹۸

وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینھما۔

اور اگر تم کو میاں بی بی میں اختلاف کا خوف ہو تو ایک پنچ شوہر کے خاندان سے اور ایک پنچ بی بی کے خاندان سے بھیجو اگر میاں بی بی اصلاح چاہیں گے تو خدا ان دونوں میں موافقت پیدا کر دیگا۔

امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے کہ پنچ کا تقرر کرنے والا کون ہوگا؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ امام ہوگا یا وہ شخص جو امام کی طرف سے مقرر رہے یعنی حاکم کیونکہ شریعت کے احکام کو صرف امام ہی نافذ کر سکتا ہے لیکن دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ اس سے امت کا ہر مصالحت کنندہ مراد ہے کیونکہ خدا کے قول "خفتم" کا خطاب پوری قوم سے ہے اس لئے بعض افراد پر اس کا محمول کرنا اور لوگوں پر محمول کرنے سے بہتر نہیں ہے۔ لہٰذا پوری قوم پر اس کا محمول کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ "خفتم" کے مخاطب تمام مسلمان ہیں امام شافعی فرماتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ حاکم و منصف آدمیوں کو پنچ بنا کر بھیجے اور بہتر یہ ہے کہ ایک پنچ شوہر کے خاندان سے اور ایک پنچ بی بی کے خاندان سے ہو کیونکہ یہ دونوں پنچ اور لوگوں سے زیادہ میاں بی بی کے حالات سے واقف ہونگے اور ان کو اصلاح کی زیادہ خواہش ہوگی لیکن اگر یہ دونوں پنچ کوئی اجنبی بھی ہوں تب بھی جائز ہے تعدد ازدواج کی صورت میں میاں بی بی کا اختلاف ضروری ہے اس لئے اس آیت کے رو سے حکومت یا حکومت کے مقرر کردہ حکام یا پوری قوم رفع نزاع کے لئے مداخلت کر سکتی ہے۔ اور حکومت پاکستان نے یہی کیا ہے۔

ہم کو اس پر بھی غور کرنا چاہئے کہ تعدد ازدواج کی صورت میں ایک بی بی کے ہوتے ہوئے جو نکاح دوسری عورت سے کیا جاتا ہے وہ خالص شرعی نکاح بھی ہے یا نہیں؟ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کسی عورت سے نکاح کئی وجوہ کی بنا پر کیا جاتا ہے ایک اس کے حسن و جمال کی وجہ سے دوسرے اس کے دولت و مال کے لالچ سے تیسرے اس کے خاندانی حسب و نسب کی وجہ سے لیکن ان سب کو چھوڑ کر تم کو دیندار عورت سے نکاح کرنا چاہیے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورت کے اور اوصاف کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے بلکہ دینداری کے ساتھ یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ وہ جوان ہے یا بوڑھی؟ خوبصورت ہے یا بدصورت؟ شوہر کے کفو سے ہے یا نہیں؟ لیکن یہ چیزیں دینداری کے تابع ہیں۔ اصل چیز نہیں ہیں لیکن تعدد ازدواج زیادہ تر امراء تعیش کے لئے کرتے ہیں اس لئے وہ صرف حسن و جمال کو دیکھتے ہیں۔ کچھ حریص لوگ مال و دولت کے لالچ سے بھی دوسری عورتوں سے نکاح کرتے ہیں خاندانی حسب و نسب کو بھی جاہ و مال ہی کا ذریعہ بنایا جاتا ہے۔ غرض تعدد ازدواج کی صورت میں نکاح کی اصلی بنیاد یعنی دینداری کو بالکل نظر انداز کر دیا جاتا ہے! اس لئے نکاح محض ایک شرعی حیلہ رہ جاتا ہے حالانکہ نکاح کوئی شرعی حیلہ نہیں بلکہ ایک شرعی ضرورت اور شرعی حقیقت ہے۔

اس لئے ایک ٹھیٹھ محدث اس نکاح کو صحیح نکاح نہیں سمجھ سکتا جو محض ایک شرعی حیلہ ہو شرعی حقیقت اور شرعی ضرورت نہ ہو۔ تعدد ازدواج کی صورت میں اگرچہ خداوند تعالیٰ نے قلبی میلان کو جائز رکھا ہے لیکن اس کے ساتھ دوسری بی بی سے بھی کلیتہً تعلقات کو منقطع کر کے اس کو آسمان و زمین کے درمیان معلق کر کے بھی چھوڑا نہیں جا سکتا لیکن تعدد ازدواج کی صورت میں نکاح کا اصلی سسٹم ہی ختم ہو جاتا ہے۔ شوہر دوسری بی بی کے بالکل زیر فرمان ہو جاتا ہے اور ہر وقت اس کی خاطر مدارت میں مصروف رہتا ہے اس لئے اس کی حیثیت ایک طوائف کی ہو جاتی ہے اور دوسری بی بی بالکل ایک داشتہ کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے اسلئے نکاح کا سسٹم جو خانگی معاشرت کا ذریعہ تھا بازاری تعیش کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

قرآن مجید نے نکاح کا جو مقصد بتایا ہے تعدد ازدواج بالکل اس کے مخالف نتائج پیدا کرتا ہے ارشاد خداوندی تو یہ ہے کہ :-

ومن اٰیتہ ان خلق لکم من انفسکم
ازواجاً لتسکنوا الیھا وجعل بینکم
مودۃ ورحمۃ ۔ (روم)

خداوند تعالیٰ کی ایک نشانی یہ ہے کہ تمہیں میں سے تمہاری بی بیاں پیدا کیں تاکہ تم اُن سے سکون حاصل کرو اور خداوند تعالیٰ نے تم دونوں میاں بی بیوں میں دوستی اور مہربانی پیدا کی۔

اس میں ایک بی بی، دو بی بی، تین بی بی اور چار بی بی کی کوئی تفریق نہیں بلکہ ہر بی بی کو سکون قلب کا ذریعہ ہونا چاہئے۔ اور ہر حالت میں میاں بی بی میں دوستی اور مہربانی کا سلوک ہونا چاہئے لیکن تعدد ازدواج کی صورت میں صرف ایک بی بی جو بہت زیادہ خوش جمال، بہت زیادہ صاحب مال اور بہت زیادہ کمسن ہو سکون قلب کا ذریعہ بنتی ہے۔ بقیہ بی بیوں سے تقریباً نفرت ہو جاتی ہے۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ میاں بی بی جب تک جوان رہتے ہیں ان میں دوستانہ تعلقات قائم رہتے ہیں اور جب بوڑھے ہو جاتے ہیں تو یہ دوستی محبت و رحمت کی شکل اختیار کر لیتی ہے لیکن تعدد ازدواج کی صورت میں بوڑھی بی بی اس محبت و رحمت سے بالکل محروم ہوکر گھر کا کوڑا کرکٹ بن جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ قرآن مجید نے تعدد ازدواج کو مباح قرار دیا ہے اور مباح چیز میں کوئی رکاوٹ نہیں پیدا کی جا سکتی لیکن اگر ایک کنواں ہو جس کا پانی پینا مباح ہو پھر اس پانی میں کوئی ایسی خرابی پیدا ہو جائے جو لوگوں کی صحت کے لئے مضر ہو تو میونسپلٹی اس کنوئیں کو بند کر سکتی ہے۔ بعینہ یہی حالت تعدد ازدواج کی ہے کہ وہ عملاً تو مباح ہے لیکن جب اس کی خرابیاں طشت از بام ہو چکی ہیں تو ایک اسلامی حکومت اس کو ممنوع قرار دے سکتی ہے یا کم از کم اس پر پابندی لگا سکتی ہے اور یہی کام پاکستانی حکومت نے کیا ہے البتہ بعض صورتوں میں شرعی اور خانگی ضرورتیں تعدد ازدواج پر مجبور کرتی ہیں لیکن اس کا فیصلہ صرف حکومت اور حکومت کے حکام ہی کر سکتے ہیں۔ اور حکومت پاکستان نے اسی فیصلے کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے

تعدد ازدواج میں جو نقصانات ہیں اُن کا صحیح اندازہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب اس کا مقابلہ وحدت ازدواج کے فوائد سے کیا جائے۔ صاحب کتاب المقارنات والمقابلات نے اس موازنہ کے لئے یورپ کے مشہور فلاسفر اسپنسر کے ایک مضمون کا خلاصہ نقل کیا ہے اور اس خلاصے کا خلاصہ یہ ہے کہ تعدد ازدواج سے صرف اُس صورت میں افزائش نسل ہوتی ہے جب امراض اور لڑائیوں کی وجہ سے نہایت کثرت سے موتیں واقع ہوتی ہیں۔ لیکن وحدت ازدواج سے اُس حالت میں افزائش نسل ہوتی ہے۔ جب مردوں اور عورتوں کی تعداد میں کوئی فرق نہ ہو اور اگر ہو تو بہت کم ہو کیونکہ اگر ہم ایک عورت کی شادی صرف ایک مرد سے کردیں اور کوئی عورت بغیر نکاح نہ رہے تو جس قدر شادیاں ہوئی ہیں اُسی نسبت سے اولاد بھی پیدا ہوگی لیکن اگر ایک مرد کا نکاح بہت سی عورتوں سے کر دیا جائے اور بقیہ مرد بغیر نکاح کے رہ جائیں تو شرح پیدائش لازمی طور پر کم ہو جائیگی۔ افزائش نسل کے علاوہ اور بھی متعدد وجوہ سے وحدت ازدواج کو تعدد ازدواج پر فضیلت حاصل ہے۔ مثلاً:

(۱) وحدت ازدواج سے خاندانی تعلقات مستحکم ہو جاتے ہیں اور قرابتی تعلقات زیادہ مضبوط ہو جاتے ہیں اور تعلقات میں عصبیت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

(۲) سیاسی شورشیں اور فتنہ انگیزیاں جو امراء و سلاطین کے وارثوں میں ہوتی ہیں کم ہو جائینگی کیونکہ اُن کی جب ایک ماں ہوگی ___ تو اُن میں الفت و محبت ضرور ہوگی لیکن جب یہ اولاد بہت سی ماؤں سے ہوگی تو اُن میں یہ الفت و محبت نہ ہوگی اس لئے خانہ جنگیاں ہونگی جو تباہ کن ثابت ہونگی۔

(۳) وحدت ازدواج کی حالت میں اولاد کی پرورش اور تربیت تعدد ازدواج کی حالت سے بہتر طریقہ پر ہوگی کیونکہ وحدت ازدواج کی صورت میں ماں باپ کا تعلق اولاد سے اس سے زیادہ ہوتا ہے جتنا تعدد ازدواج کی صورت میں ہوتا ہے کیونکہ تعدد ازدواج کی صورت میں باپ پر پورے خاندان کا بار پڑ جاتا ہے اور وہ سب کی پرورش کا بار نہیں اُٹھا سکتا اس لئے ہمیشہ پریشان رہتا ہے۔

ازدواجی زندگی کے لئے قانونی تجاویز

مصنفہ مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی

قیمت ایک روپیہ

ملنے کا پتہ:۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور